تفسیرات احمدیہ

فی بیان الآیات الشرعیہ

یعنی

قرآن پاک کے فقہی مسائل

ملا احمد جیون امیٹھوی

ترجمہ و حواشی

مولانا محمد احمد

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

المیزان

تفسیرات احمدیہ

فی بیان الآیات الشرعیہ

یعنی

قرآن پاک کے فقہی مسائل

ملا احمد جیون امیٹھوی

ترجمہ و حواشی

مولانا محمد احمد

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور پاکستان

المیزان

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ

باہتمام: محمد ادریس اعوان

سلسلہ مطبوعات۔ ۷۰

سن اشاعت ۲۰۰۵ء

محمد شاہد عادل نے

زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر

المیزان اردو بازار لاہور سے شائع کی۔

سورۃ بنی اسرائیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ا۔معراج

﴿ سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝﴾ (۱۷: ۱)

"پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تا کہ اسے ہم اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھائیں۔ بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اہل السنت والجماعت اسی آیت سے معراج کی حقانیت ثابت کرتے ہیں آیت کی وضاحت یہ ہے کہ لفظ سبحان تسبیح کا اسم علم ہے جیسے عثمان کسی بھی شخص کا اسم علم ہوتا ہے۔ یہ ایک فعل مضمر سے منصوب ہے۔ جس کا اظہار نہیں کیا گیا۔ ای اسبح اللّٰہ سبحانہ۔

اس کے بعد سُبْحَانَ کو فعل کا درجہ دے کر فعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ یہ نہایت بلیغ انداز سے تنزیہ باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ عبد سے مراد محمد رسول اللہؐ ہیں۔

اسراء کا معنی رات کو لے جانا۔ رات کو چلنا ہے۔ لیکن یہاں اس کا معنی صرف جانا اور چلنا ہے کیونکہ رات بعد میں صراحۃً مذکور ہے لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ لیلاً سے یہ بتلانا مقصود ہو کہ رات کے ایک تھوڑے سے حصہ میں اتنا بڑا سفر کرا دیا گیا' کیونکہ رات کے کچھ حصہ میں مکہ سے بیت المقدس تک چالیس رات کا لمبا سفر طے ہو گیا۔

مسجد حرام کعبہ کی مسجد کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد یا تو مسجد ہے اور یا حرم ہے۔ پہلی بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میں مسجد حرام میں حجر میں تھا کہ جرائیلؑ میرے پاس براق لائے...... الحدیث

اور دوسری کی تائید میں یہ روایت ہے کہ نبیؐ عشاء کے بعد ام ہانیؓ کے گھر میں سو رہے تھے کہ آپ کو وہاں سے بیت المقدس اور پھر ساتوں آسمانوں...... کی سیر کرا دی گئی۔

مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے۔ اسے مسجد اقصیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت اس سے پرے کوئی مسجد نہ تھی۔

الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ کا مطلب یہ ہے کہ بیت المقدس کا ارد گرد ظاہری و باطنی برکات سے مالا مال ہے۔ کیونکہ یہ

ا۔ یہ مہبط وحی رہا ہے۔

۲۔ موسیٰؑ کے زمانہ سے لے کر عیسیٰؑ تک انبیاء کی عبادت گاہ رہا ہے۔

۳۔ اس کے ارد گرد نہریں بہتی ہیں۔

۴۔ پھل دار درختوں کی کثرت ہے۔ وغیرہ۔

لِنُرِيَهٗ میں لام تعلیل جو کہ اسراء کی علت بیان کرنے کے لئے ہے۔ یعنی نبیؐ کو اس لئے یہ سفر کرایا گیا تا کہ ہم انہیں اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھلائیں مثلاً

۱۔ رات کے نہایت قلیل وقت میں بہت بڑا سفر کرا دینا۔

۲۔ بیت المقدس کی زیارت۔

۳۔ انبیاء کا متمثل ہونا اور آپؐ کو نظر آنا۔

۴۔ آپؐ کا انبیاء علیہم السلام کے مقامات پر ٹھہرنا اور ان سے مطلع ہونا۔

ایک قراءت لیریه 'یاء کے ساتھ بھی ہے۔

آیت میں ایک سے زائد التفاتات واضح نظر آ رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو مسجد حرام سے صرف بیت المقدس تک لے جایا گیا۔ اسی لئے اہل السنّت والجماعت کہتے ہیں کہ بیت المقدس تک معراج قطعی ہے۔ کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ اور آسمان دنیا تک مشہور احادیث سے ثابت ہے اور اس سے اوپر ساتوں آسمانوں' جنت' دوزخ وغیرہ تک احادیث احاد سے ثابت ہے۔ پہلی کا منکر یقیناً کافر ہے۔ دوسری کا انکار کرنے والا بدعتی ہے اور گمراہ ہے اور تیسری کا منکر فاسق ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بات قابل اشکال ہے کیونکہ بیت المقدس سے اوپر بھی معراج کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النجم میں فرماتے ہیں:

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ ﴾ (۵۳: ۵ - ۱۸)

''اسے بڑے طاقت ور اور زبردست قوتوں والے نے سکھایا۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا۔ اور وہ آسمان کے اونچے کناروں پر تھا۔ پھر نزدیک ہو کر نیچے آ گیا۔ یہاں تک کہ دو کمان یا اس سے بھی کم کا فرق رہ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر جو وحی کی سو کی۔ جھوٹ نہیں کہا رسولؐ کے دل نے جو دیکھا۔ اب کیا تم اس سے اس پر جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا۔ اس نے اسے ایک دفعہ اور بھی اترتے ہوئے دیکھا۔ سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ تو بہکی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی۔ بے شک اس نے اپنے پروردگار کے بڑے نمونوں میں سے کچھ نمونے دیکھے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلے پر تھے۔ خواہ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے

مراد جبرئیلؑ ہوں یا اللہ تعالیٰ ہوں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایک دفعہ اور بھی آپؐ نے اسے جنت اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور اپنے پروردگار کی قدرت کے نمونوں میں سے بڑے بڑے نمونے دیکھے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ساتوں آسمان سے اوپر ہوا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آیت مذکورہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے مراد جبرئیلؑ ہوں۔ اس صورت میں آیت یہ بتلاتی ہے کہ نبیؐ نے جبرئیلؑ کو دو مرتبہ ان کی اصلی شکل میں دیکھا۔ ایک مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ آسمان پر دیکھا۔

اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ حسین وجمیل اور طاقتور جبرئیلؑ نے محمدؐ کو تعلیم دی جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت میں آسمان کے بلند کنارہ پر ظاہر ہوئے تو نبیؐ انہیں دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جبرئیلؑ نبیؐ کے قریب ہو گئے۔ نبیؐ سے بات کرنے کے لئے اوپر سے نیچے آ گئے۔ اپنی اصلی صورت کو چھوڑ کر انسانی صورت اختیار کر لی' اور نبیؐ کے پاس آ کر بیٹھ گئے' حتیٰ کہ دونوں کے درمیان دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے بندے محمد ﷺ کو پیغام پہنچایا جو پہنچا دیا۔ محمدؐ کے قلب مبارک نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا یعنی جبرئیلؑ کو اصلی شکل میں دیکھ کر یہ نہیں کہا کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا۔ اے منکرین۔ کیا تم محمدؐ کے ساتھ ان کی دیکھی ہوئی چیز پر جھگڑتے ہو' اور یہ کہتے ہو کہ وہ جھوٹے ہیں۔ بے شک اس نے ایک دفعہ اور بھی جبرئیلؑ کو فرشتوں کی صورت میں دیکھا۔ یہ واقعہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس معراج کی رات کو پیش کیا۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان سے اوپر ایک بیری کا درخت ہے' جو مخلوقات کے علم کی انتہا ہے' اور اسی کے پاس وہ جنت ہے جس کا متقین کو وعدہ دیا گیا ہے۔ جب کہ سدرۃ المنتہیٰ کو فرشتے اور ارواح گھیرے میں لے کر ڈھانپے ہوئے تھے۔ اس وقت محمد ﷺ کی نگاہ مبارک نہ تو دائیں بائیں متوجہ ہوئی' اور نہ ہی ادھر ادھر ہوئی بلکہ اپنی جگہ مستقر رہی۔ اس رات محمدؐ نے اپنے پروردگار کے عجائبات میں سے عرش، کرسی اور دیگر کئی عجائبات ملاحظہ فرمائے۔

اور دوسرا معنی جو مذکورہ معنی سے زیادہ بہتر ہے یہ ہے کہ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور اس صورت میں ذُوْ مِرَّةٍ ید اللہ اور وجہ اللہ کی طرح متشابہات میں سے ہے اور فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ٥ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ٥ کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے نہایت قریب ہو گئے۔ کیونکہ عربوں کے ہاں رواج تھا کہ جب دو دوستوں میں دوستی کا رشتہ مضبوط ہو جاتا تو وہ دونوں اپنی کمانیں جوڑ لیتے اور دونوں کمانوں سے بیک وقت ایک ایک تیر پھینکتے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ایک کا دوست دوسرے کا دوست ہے۔ اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن ہے۔ گویا مقبول رسول ﷺ مقبول الٰہی اور مغضوب رسولؐ مغضوب الٰہی ہے۔ اور فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو احکام دیئے جو دیئے۔

لیکن وہ احکام اور وہ وحی کیا ہے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو کچھ وحی کیا گیا ہے اسے صیغہ راز میں رکھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمدؐ! ایک میں ہوں اور ایک تم ہو اور باقی تمام کائنات میں نے تمہاری خاطر پیدا کی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ ایک میں ہوں اور ایک تو ہے اور باقی ساری کائنات میں نے تیری خاطر ترک کر دی ہے۔

بہتر یہی ہے کہ اس معاملہ میں سکوت اختیار کیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کا مطلب یہ ہے کہ نبیؐ نے شب معراج دل سے ذات باری تعالیٰ کا دیدار کیا۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ محمدؐ کے دل نے جو ذات باری تعالیٰ کو دیکھا تو جھوٹ نہیں دیکھا۔

آپؐ نے ایک دفعہ اور بھی ذات باری تعالیٰ کا دیدار کیا جب آپؐ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تھے۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ بھی ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے شب معراج دو بار دل سے اللہ تعالیٰ دیدار کیا۔

جب کہ سدرۃ المنتہیٰ کو کبریائی باری تعالیٰ اور اس کی عظمت ڈھانپے ہوئے تھی۔ اس وقت محمدؐ کی نگاہ پاک نے ذات باری تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف ذرہ بھی التفات نہیں کیا۔ آپؐ نے جنت، عرش، کرسی اور اپنے پروردگار کے دیگر کئی ایک عجائبات ملاحظہ کیے۔

آیت اپنے دونوں معنوں کے لحاظ سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ ساتوں آسمانوں اور اس کے اوپر معراج برحق ہے۔ نیز یہ کہ سدرۃ المنتہیٰ اور جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ معراج آسمانی قرآن سے ثابت نہیں تو یہ عقیدہ باطل ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ جو آیت بیت المقدس تک معراج پر دلالت کرتی ہے وہ محکم اور قطعی ہے اور سورۃ نجم والی آیت کئی معانی کا احتمال رکھتی ہے تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ سورۃ نجم والی آیت بھی ثبوت معراج میں قطعی الدلالۃ ہے اگر چہ فی ذاتها وہ دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔

ہاں دوسری آیت کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبیؐ نے ذات باری تعالیٰ یا جبرئیلؑ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس زمین پر سے اپنی جگہ رہتے ہوئے دیکھا۔ اس کے برعکس پہلی آیت میں لفظ اسرا موجود ہے۔

سورۃ نجم والی آیت سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک آسمانوں پر گیا۔ لیکن پہلی آیت میں لفظ عبد مذکور ہے جو جسم و روح کے مجموعہ کا نام ہے۔

نیز سورۃ نجم والی آیت سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ رات کو مسجد حرام سے یا کسی اور جگہ سے پیش آیا۔

رات کی تعیین میں اختلاف

معراج کی رات میں بھی اختلاف ہے کہ کون سی رات ہے اور اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ یہ رات ربیع الاول میں ہے۔

۲۔ یہ رات ربیع الآخر میں ہے۔

۳۔ رمضان میں ہے۔

۴۔ شوال میں ہے۔

صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ رجب کی رات کو نبوت کے بارھویں سال ہجرت سے ایک سال پیشتر پیش آیا۔

یہ بات بھی مختلف فیہ ہے کہ اس وقت

۱۔ آپ سو رہے تھے۔

۲۔ آپ جاگ رہے تھے۔

۳۔ یہ واقعہ خواب کا ہے۔

۴۔ معراج صرف روحانی ہے۔

صحیح یہ ہے کہ حالت بیداری میں جسم و روح سمیت آپؐ نے ساتوں آسمانوں کی سیر کی۔ جنت کی سیر کی، دوزخ کو دیکھا عرش وکرسی اور دیگر عجائبات کو ملاحظہ فرمایا۔

جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ معراج روحانی ہے یا یہ خواب کا واقعہ ہے تو وہ بدعتی گمراہ اور فاسق ❶ ہے۔

فلاسفہ نے معراج کا سرے سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے نزدیک آسمان کا پھٹنا اور پھر جڑنا محال ہے تفصیل علم کلام میں مذکور ہے۔

واقعہ معراج اگرچہ کافی طویل ہے۔ یہاں اس کا بیان مقصود بھی نہیں لیکن ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے بیان کیا جائے۔ اس لئے مختصراً درج ذیل ہے۔

رسول اللہ ام ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ جبرئیلؑ کئی ایک فرشتوں کے ساتھ براق لے کر آئے۔ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے قلب مبارک نکالا اسے ایک طشت میں دھویا اور پھر اپنی جگہ فٹ کر دیا۔ آپؐ کو براق پر سوار کیا اور بیت المقدس لے گئے۔ جبرئیلؑ براق کی باگ تھامے ہوئے تھے۔ میکائیلؑ آپؐ کے دائیں اور اسرافیلؑ آپؐ کے بائیں جانب تھے۔

ایک روایت کے مطابق بیت المقدس میں آپؐ کی ملاقات فرشتوں کی ایک جماعت اور تمام انبیائے کرام سے ہوئی۔ آپؐ نے انہیں نماز پڑھائی اور وہاں سے آسمان دنیا پر تشریف لے گئے۔ پہلے آسمان پر آپؐ کی ملاقات آدمؑ سے ہوئی۔ دوسرے آسمان پر عیسیٰؑ اور یحییٰؑ سے ملاقات کی۔ تیسرے آسمان پر یوسفؑ۔ چوتھے آسمان پر ادریسؑ۔ پانچویں آسمان پر ہارونؑ چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ ہر ایک کو نبیؐ نے سلام کہا اور طویل گفتگو کی جس کا ذکر یہاں باعث طوالت ہے۔ وہاں سے گزر کر آپؐ بیت المعمور، سدرۃ المنتہیٰ، حوض کوثر اور انہار اربعہ تک پہنچے۔ یہاں جبرئیلؑ رک گئے ان میں آگے جانے کی استطاعت ہی نہ تھی۔

وہاں سے آپؐ تن تنہا نور وظلمت کے ہزاروں حجاب قطع کرتے ہوئے اوپر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ براق بھی رک

---

❶ مصنف کا یہ فتویٰ کہ معراج روحانی کا قائل بدعتی، گمراہ اور فاسق ہے۔ غالباً درست نہیں کیونکہ امت میں ہر دور کے اندر کچھ نہ کچھ افراد معراج روحانی کے قائل رہے ہیں۔ خواہ وہ دور صحابہ کا ہو یا آج کا دور زوال ہوا۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ معراج جسمانی ہے۔ اور جن افراد کو اس میں اختلاف ہے ان کے اختلاف سے اجماع کی حیثیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ (محمد احمد)

گیا۔ آپ سبز تخت (رفرف) پر سوار ہوئے اور عرش معلیٰ تک پہنچنے کے بعد مراتب عالیہ سے گزرتے ہوئے **قاب قوسین او ادنیٰ** کے مقام تک پہنچے۔

آپؐ نے بارگاہ ایزدی میں ہدیہ تحیہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا **التحیات للّٰہ والصلوٰۃ والطیبات**۔

اللہ تعالیٰ نے ازراہ نوازش فرمایا **السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه و برکاته**۔

آپؐ نے جواباً فرمایا **السلام علینا وعلی عباد اللّٰه الصلحین**۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کے اور ذات باری تعالیٰ کے مابین نوے ہزار کلام ہوئے۔ تیس ہزار اسرار تیس ہزار اخبار اور تیس ہزار احکام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم فرمایا۔ جب آپؐ واپسی پر موسیٰؑ کے آسمان یعنی چھٹے سے گزرے تو انہوں نے استفسار کے بعد آپؐ سے عرض کی کہ آپؐ واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے کچھ نمازیں معاف کرالیں۔ نبیؐ واپس ہوئے اور کچھ نمازیں معاف ہوگئیں۔ موسیٰؑ نے پھر جانے کا اور مزید نمازیں کم کرانے کا کہا حتیٰ کہ پانچ مرتبہ تشریف لے گئے یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔

اس رات آپؐ نے جنت۔ دوزخ اور ان کے عجائبات کو ملاحظہ کیا۔ پھر آپؐ ساتوں آسمانوں سے ہوتے واپس مکہ مکرمہ اپنے بستر پر تشریف لے آئے۔ اور صحیح روایت کے مطابق یہ تمام واقعات رات کی صرف تین گھڑیوں میں واقع ہوئے۔ جب آپؐ نے لوگوں کو اس کے متعلق بتایا تو مؤمنین مہتدین نے آپؐ کی تصدیق کی اور سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکرؓ تھے۔ اسی لئے آپ کا لقب صدیق قرار پایا۔

گمراہ کافروں نے اس کا انکار کیا اور بیت المقدس کی علامات وغیرہ کے بارے میں استفسار کرنے لگے۔ ایک قافلہ کے اونٹوں اور دیگر حالات کے متعلق بھی پوچھا۔ جب آپؐ نے صحیح صحیح ان کے جوابات دے دیئے تو ان میں سے بعض نے آپؐ کی تصدیق کی۔ لیکن جو ابدی بدبخت تھے وہ انکار پر اڑے رہے۔ **رزقنا اللّٰه تعالی وایاکم سعادة الدارین بمنه و فضله**۔

۲۔ قصاص اور دیت مشروع ہے

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝﴾ (۱۷: ۳۳)

''اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو۔ اور جو کوئی ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو طاقت دے دی ہے پس اسے چاہیے کہ وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ بے شک وہ مدد کیا گیا ہے۔''

حرمت قتل اور وعید قاتل کے متعلق قرآن پاک میں بہت سی آیات ہیں لیکن قصاص اور دیت کے بارے میں چند ایک ہیں۔ دیت کا بیان سورۃ نساء کی آیت **وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا** میں ہے۔ قصاص فی النفس اور مادون النفس کا بیان سورۂ مائدہ کی

آیت وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ ...... الایۃ میں ہے۔اور صرف قصاص فی النفس کا ذکر سورۃ بقرہ کی آیت كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ الخ میں ہے۔ پہلے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سورۃ بقرہ اور سورۃ مائدہ کی آیات میں عبارۃ النص سے قصاص کی مشروعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ تو صرف مساوات اور زیادتی نہ کرنے کے بارے میں ہیں۔

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت زیر بحث حرمت قتل، وجوب قصاص اور دیگر فوائد کے بارے میں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قتل کے حرام ہونے کے بارے میں فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط

''ناحق اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی جان کو قتل نہ کرو۔''

اور حق سے مراد ایسا جرم ہے جس کے ارتکاب کی سزا جان سے مار دینا ہو ایسے جرم تین ہیں۔(۱) مرتد ہو جانا۔(۲) کسی کو ناحق قتل کر دینا۔(۳) محصن کا زنا کرنا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قتل کی سزا بیان کی۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا.

یعنی جو کوئی ظلماً قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو قتل پر غلبہ و طاقت عطا کر دیا ہے کہ قتل کے مطابق اس سے بدلہ لے سکتا ہے۔خواہ قصاص اور دیت دونوں یا صرف قصاص لے۔

اور یہ بات لفظ مظلوماً سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ خطا کو ظلم نہیں کہتے۔ حسینی نے پہلی اور کشاف و مدارک نے دوسری صورت اختیار کی ہے۔

صاحب کشاف نے یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان کا معنی یہاں حجت ہے یعنی ایسی حجت جس سے وہ قاتل پر غالب آجائے۔

امام زاہد نے یہی معنی لئے ہیں۔

القصہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ ولی کو قصاص لینے کا حق حاصل ہے۔اور ولی عصبات کی ترتیب کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حاکم وقت ہے۔جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے۔ لَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ کی ضمیر کا مرجع اگر قاتل اول ہو تو معنی واضح ہے کہ قاتل اول قتل میں پہل کر کے حد سے تجاوز نہ کرے اور اگر لَا يُسْرِفْ کی ضمیر کا مرجع ولی مقتول ہے تو مطلب یہ ہے کہ ولی مقتول قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کر کے حد سے تجاوز نہ کرے۔یا رسوم جاہلیت کے مطابق ایک کے عوض دو کو قتل نہ کرے اور مثلہ کرنے سے بھی اجتناب کرے۔

امام زاہدؒ کے نزدیک بہتر یہ معنی ہے کہ معاف کرنے یا دیت لینے کے بعد ولی مقتول قصاص نہ لے۔

یہ تمام معانی اس صورت میں ہیں کہ لَا يُسْرِفْ یاء کے ساتھ غائب کا صیغہ ہو اور اگر حمزہ اور علی کی قراءت کے مطابق یہ خطاب کا صیغہ ہو تو بھی ان دو میں سے ایک کو خطاب ہوگا۔

إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا. نہی کی علت ہے۔اور ضمیر کا مرجع یا تو مقتول ہے کیونکہ وہ اپنے قتل کے قصاص کی بنا پر چونکہ اس پر